Lesson 191 Surah Shuraa Ayat 69-104 tafseer 1

آیت نمبر 69. وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ إِبْرَاهِيمَ

ترجمہ۔ اور اِنہیں ابراہیمؑ کا قصہ سناؤ

اور انہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ سناؤ ،حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کہانی ان کا واقعہ پڑھ کر سناؤ **نباء** بڑی خبر کے لئے استعمال کیا جاتا ہے تو اب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت اور ان کی قوم کے رد عمل کا ذکر ہے رسول اللہ ﷺ مکہ میں دعوت دے رہے تھے اور اہل مکہ ،حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے اور وہ کہتے تھے کہ ہم ،حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ماننے والے ہیں اور ملت ابراہیم پر چلنے والے ہیں اور ،حضرت ابراہیم علیہ السلام تو وہ پیغمبر ہیں جو ابو الانبیاء ہیں (انبیاء کے باپ) جنھیں یہود و نصاریٰ بھی مانتے تھے مکہ کے مشرکین بھی مانتے تھے اور رسول اللہ ﷺ انکی اولاد میں سے تھے اور ترتیب کے اعتبار سےاگر ہم دیکھیں ،حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پہلے گزر ہوا اور بعد میں حضرت موسی علیہ السلام کا لیکن حضرت موسی علیہ السلام کا قصہ تفصیل سے یہاں پر پہلے بیان ہوا اور بعد میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہوا تو مقصد کیا ہے کہ لوگوں کو سوچنے سمجھنے کی دعوت دینا اور یہاں پہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جو کہانی اور قصہ شروع ہو رہا ہے تو کہاں سے ہو رہا ہے

آیت نمبر 70. إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا تَعْبُدُونَ

ترجمہ۔ جب اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے پوچھا تھا کہ "یہ کیا چیزیں ہیں جن کو تم پوجتے ہو؟"

إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا تَعْبُدُونَ جب کہا انہوں نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے کہ یہ کیا چیزیں ہیں کہ جن کی تم عبادت کرتے ہو اور ویسے تو آپ دیکھیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم شرک میں مبتلا تھی، شرک میں ڈوبی ہوئی تھی، جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آنکھ کھولی تو قوم کو تو چھوڑیئے آپ تھوڑی دیر کے لئے ان کے گھر کو ہی دیکھ لیجئے آپ کا باپ آزر نمرود کے دربار میں ایک خاص عہدے پر تھا اور وہ بُت تراشتا تھا اور بُت بیچتا بھی تھا اور اس کا ذریعہ معاش ہی یہ تھا بُت بنانا اور بُتوں کو بیچنا اور اس کو یہ منصب حاصل ہوا تو کس وجہ سے حاصل ہوا ؟کیونکہ وہ بہت بڑا بتوں کا کاروبار کرتا تھا اب ایسے ماحول میں ایسے گھر میں ،حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے اور جب آپ کو نبی بنایا گیا تو سب سے پہلے آپ نے اپنے باپ کو سمجھانا شروع کیا اب آپ دیکھ لیجئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قرآن میں اللہ تعالیٰ جب ذکر کرتے ہیں اور آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں پڑھ سکتی ہیں قرآن میں سورت البقرہ رکوع 35 میں الانعام رکوع 9 میں سورت مریم رکوع 3 انبیاء رکوع 5 سورت الصافات رکوع 3 سورت الممتحنہ رکوع 1 تو قرآن مجید مختلف جگہ پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سیرت ان کا کردار میرے اور آپ کے سامنے رکھتا ہے اور جس میں سے کئی سورتوں میں آپ پڑھ چکی ہیں اور کچھ میں انشاءاللہ آپ آگے بھی پڑھیں گیں تو آپ اگر غور کریں تو ،حضرت ابراہیم علیہ السلام کیسے تھے کہ

؎ سو خداوند ملے ایک سے ایک سجدہ طلب

آدمی سخت مراحل سے خدا تک پہنچا

ان کی زندگی کیسی تھی

غمِ زندگی غمِ بندگی

غمِ دوجہاں غمِ جاوداں

میری ہر نظر تیری منتظر

تیری ہر نظر میرا امتحاں

اور ان کی زندگی کیسی تھی انہوں نے خود توحید کا سفر طے کیا کیسے توحید کا سفر طے کیا ستارے کو دیکھا پھر وہ ڈوب گیا تو کہا یہ میرا رب نہیں ہو سکتا تو اُس کے بعد انہوں نے چاند کو دیکھا پھر وہ بھی ڈوب گیا تو کہا یہ میرا رب نہیں ہو سکتا پھر سورج کو دیکھا پھر وہ بھی ڈوب گیا تو کہا یہ میرا رب نہیں ہو سکتاکہا کہ ان کو بنانے والا کون ہے؟ تو انہوں نے توحید کا سفر خود طے کیا خود تلاش کیا

؎ "ہم خود تراشتے ہیں منازل کے سنگ میل

ہم وہ نہیں جنہیں زمانہ بنا گیا !!!!"

؎ "براہیمی نظر پیدا مگر بڑی مشکل سے ہوتی ہے

ہوس چھُپ چھُپ کے سینوں میں بنا لیتی ہے تصویریں"

تو اصل بات کیا ہے کہ ،حضرت ابراہیم علیہ السلام وہ پیغمبر ہیں کہ ان کے اپنے دل کے اندر ایمان کی شمع روشن ہوئی وہ خود بہت ہی نیک متقی اور اللہ کے فیصلوں کے آگے سر اطاعت خم کرنے والے تھے اور جب ان کو نبی بنایا گیا یعنی نبوت سے سرفراز ہوئے تو انہوں نے سب سے پہلے کیا کیا؟**إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ** اپنے باپ سے کہا انہوں نے دعویٰ کی ابتداء اپنے گھر سے کی تو میری اور آپ کی کیا ذمہ داری بنتی ہے کہ جتنا قرآن آگیا ہے جتنا دین آگیا ہے اپنے گھر والوں کو لے کر بیٹھیں ہفتے میں ایک دن مہینے میں چند دن ایک دن میں کچھ گھڑیاں ایسی ہونی چاہئے کہ میں اور آپ اپنے گھر والوں میں بیٹھیں اور آپس میں سنیں اور سنائیں اپنے گھر والوں کو اللہ کے عذاب سے اللہ کی پکڑ سے جہنم کی آگ سے بچانے کی فکر کریں اور کام کرنا شروع کر دیں تو یہ ہے پہلا اصول اور بعض اوقات بعض ایسے لوگ بھی ہیں جو گھر کو چھوڑ کر سارا سارا دن باہر گزار دیتے ہیں اور کہتے یہ ہیں کہ ہم تبلیغ کرنے جارہے ہیں صحیح بات ہے آپ ضرور جائیے لیکن اس کی بھی ترجیحات ہیں ہمیں اس کی بھی فہرست بنانی چاہئے کہ کب کہاں کس جگہ کرنا ہے تو ایسا نہ ہو کہ آگے دوڑ پیچھا چھوڑ اول خویش بعد درویش اپنا گھر اس کو کبھی نہیں بھولنا چاہئے۔ سورت التحریم آیت نمبر 6 **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا** اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچائیں تو سب سے پہلے اپنی ذات آتی ہے اپنے آپ کو ہم کبھی مت بھولیں اور میں یہ سمجھتی ہوں کہ دنیا کے جتنے جھگڑے ہیں گھروں کے

خاندانوں کے، دوستوں کے، کلاس کے ،مساجد کے اس میں سب سے بڑا جھگڑا یہ ہے کہ ہم سب نے اپنے آپ کو سمجھانا چھوڑ دیا ہے جتنی جگہ لڑائیاں ہو رہی ہیں کہیں انتظامیہ میں ہو رہی ہے کہیں طالبعلم میں ہو رہی ہے کہیں بہن بھائیوں میں ہو رہی ہے کہیں خاندان میں کہیں دوستوں میں کہیں رشتہ داروں میں اگر ہم میں سے ہر شخص اپنے سر کو جھکائے اور اپنے اوپر غور کرے اور اپنا جائزہ لے تو یہ مسائل ختم ہو جائیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام انہوں نے کیا کیا تھا

اپنے من میں ڈوب کر پاجا سراغ زندگی

تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

تو اللّٰہ تعالیٰ نے ان کو سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں سر اطاعت خم کرنے والوں میں شامل کیا تو نمبر 1- وہ عمل کرنے والے تھے نیک تھے نمبر 2- اپنے باپ کو سمجھایا اب یہ نہیں کہ باپ تو بتوں کا کاروبار کرتا ہے تو میں اب کیسے باپ کو سمجھاؤں اور میرا باپ ہے کیسے باپ کے آگے بولوں نہیں **قَالَ لِأَبِيهِ** اپنے باپ سے کہا اور دوسری بات یہ ہے کہ اب یہ نہیں کہ گھر کے ہی ہو کے رہ گئے اب گھر سے باہر نکلے اور قوم کی بھی خبر لی ، نمبر 3- قوم کے پاس پہنچے **وَقَوْمِهِ** اور قوم سے پوچھا- **مَا تَعْبُدُونَ** کہ یہ کیا چیزیں ہیں جن کو تم پوجتے ہو؟ تو باپ اور قوم والوں کو دین کا پیغام دیا ان سے پوچھا کہ آپ لوگ یہ کیا کرتے رہتے ہیں اب آپ دیکھیں کہ یہاں پہ ہے سوالیہ انداز **مَا تَعْبُدُونَ** حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نظر تو آرہا تھا کہ یہ لوگ مورتیوں کو پوج رہے ہیں اور یہ شرک کر رہے ہیں اور بت بنا رہے ہیں انہوں نے پھر سوال کیوں کیا ؟ایک بات یاد رکھیں کہ سوالیہ انداز سوچنے سمجھنے پر ابھارتاہے ، دوسروں کو اپنی طرف متوجہ کرنا، تاکہ وہ خود غور کریں خود اپنے حالات کا جائزہ لیں کہ ہم کر کیا رہے ہیں، ہمارا رویہ کیا ہے، ہمارا عمل کیا ہے ، تو حضرت ابراہیم علیہ السلام پکارتے ہیں اپنے باپ کو اور اپنی قوم اور ایک اہم سوال ان کے سامنے رکھ دیتے ہیں اور وہ یہ ہے **مَا تَعْبُدُونَ** یہ کیا چیزیں ہیں جن کی تم عبادت کرتے ہو اور یہ جو **تَعْبُدُونَ** ہے عبد سے ہے **(ع ب د)** تین چیزیں اس کے اندر لازمی پائی جاتی ہیں پہلی چیز کیا ہوتی ہے پوجا پاٹ کرنا کسی کو ایسے جیسے صاف ستھرا کر کے آپ پوجا پاٹ کر رہے ہیں اور دوسری بات کیا ہے کہ اطاعت کرنا کہنا ماننا تیسری بات یہ کہ غلامی بندگی ایسی اطاعت کرنا کہ اسی کے ہو جانا چوں چراں بھی آگے سے نہ کرنا بس جیسے نوکری نہیں کسی کی کی جاتی غلامی جب کوئی کرتا ہے بس اسی کا ہو جاتا ہے تو یہ ہے کہ گویا کہ وہ انہیں کے ہوئےتھے تو پوچھا کہ **مَا تَعْبُدُونَ** یہ تم کیا کرتے ہو اب سوچنے سمجھنے کے لئےایک اہم سوال قوم کے سامنے رکھ دیا اور سورت انبیاء میں ہمیں یہ ملتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے پوچھا تھا یہ کیسی مورتیاں ہیں جن کے تم گرویدہ ہو رہے ہو اس طرح ان کے سامنے سوال کیا تھا

آیت نمبر 71- قَالُوا نَعْبُدُ أَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عَاكِفِينَ

ترجمہ- انہوں نے جواب دیا "کچھ بت ہیں جن کی ہم پوجا کرتے ہیں اور انہی کی سیوا میں ہم لگے رہتے ہیں"

قَالُوا وہ بولے کہ **نَعْبُدُ** ہم عبادت کرتے ہیں ہم پوجا کرتے ہیں ہم تو غلامی کرتے ہیں **أَصْنَامًا** صنم کی جمع ہے اصنام کیا ہے ؟ مورتیاں ایسی مورتیاں جو چا ندی ، پیتل یا لکڑی وغیرہ کی بنی ہوئی ہوتی ہیں جیسے مجسمے ہیں ہم ان کی پوجا کرتے ہیں اور **فَنَظَلُّ** ہم لگے رہتے ہیں **ظَلَّ**۔ ایک کام کرتے رہنا جیسے اس میں ہمیشگی اختیار کرنا **فَنَظَلُّ** ہم تو برابر لگے رہتے ہیں **لَهَا** انہی کے لئے اصنام کے لئے آیا ہے ہم انہی کے لئے لگے رہے ہیں **عَاكِفِينَ** ان کے مجاور بن کر تو اس کے معنی کیا ہیں کہ گویا کہ جیسے کوئی جب اعتکاف کرتا ہے اعتکاف کا بھی یہی مادہ ہے **(ع ک ف)** اور اس کے معنی کیا ہوتے ہیں کہ اپنی جو بھی دوسری ضروریات ہیں دوسرے کام ہیں سارے مشاغل کو چھوڑ کر آپ کسی ایک کے ہو جائیں تو معتکف جب اعتکاف میں بیٹھتا ہے تو آپ دیکھ لیں گھر بار اور جو بھی اس کی عام زندگی کے کام کاج ہوتے ہیں وہ سب کو چھوڑ دیتا ہے اور پھر وہ اعتکاف کرنے لگتا ہے تو گویا کہ سب سے کٹ کر سب سے الگ ہو کر خاص کسی چیز کے لئے ہو جانا۔ کہ ہم تو دن رات انہی کی سیوا کرتے رہتے ہیں ہم تو دن رات یہ جو ہمارے ہاتھوں کے تراشے بت ہے ہم انہی کی عبادت کرتے رہتے ہیں ہم انہی کی پوجا پاٹ کرتے رہتے ہیں تو یہ ہیں اس کے معنی کہ **فَنَظَلُّ لَهَا عَاكِفِينَ** اور بعض مفسرین یہ کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا انداز یہ تھا کہ یہ جو تم بتوں کو پوج رہے ہو **مَا تَعْبُدُون** یہ بڑے فضول قسم کے بت ہیں بڑے بے حقیقت ہیں تو تم یہ کیا کرتے ہو تو قوم نے بڑے جوش و خروش کے ساتھ جواب دیا کہ ہم انہی کو پوجتے رہیں گے تم کتنا ہی زور کیوں نہ لگالو ہم ان بتوں کو چھوڑنے والے نہیں ہیں **فَنَظَلُّ لَهَا عَاكِفِينَ** ہم ہمیشہ انہی کو پوجتے رہیں گے انہی پر ہم بیٹھے رہے ہیں انہی کی سیوا ہم کر رہے ہیں تو بات یہ نہیں تھی کہ بس انہوں نے سوال کیا اور انہوں نے یہ جواب دیا کہ ہاں بھئی ہم پوجا کر رہے ہیں ان کی بلکہ کہتے ہیں کہ انہوں نے ایک طرح سے دھمکی دی اور ایک طرح سے اپنے بارے میں یہ بتایا کہ ہمیں پتہ ہے کہ یہ اصنام ہیں یہ لکڑی پتھر کے بت ہیں اور ہمارا دین ایمان یہ ہے کہ **فَنَظَلُّ لَهَا عَاكِفِينَ** کہ ہم انہی کی پوجہ پرستش کرتے رہے ہیں

آیت نمبر72۔ قَالَ هَلْ يَسْمَعُونَكُمْ إِذْ تَدْعُونَ

ترجمہ۔ اس نے پوچھا "کیا یہ تمہاری سنتے ہیں جب تم انہیں پکارتے ہو؟

قَالَ پوچھا **هَلْ يَسْمَعُونَكُمْ** یہ تمہاری سنتے بھی ہیں **إِذْ تَدْعُونَ** جب تم ان کو پکارتے ہو اب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان بتوں کی بے حقیقتی واضح کرنے کے لئے ان کے سامنے ایک اور سوال رکھا کہ تم کہتے ہو کہ انہی کی عبادت کرتے رہیں گے پوجا پاٹ کرتے رہیں گے جب تم ان کو **تَدْعُونَ** پکارتے ہو **تَدْعُون** جو ہے یہ دعا کے لئے ہے دعا کرنا بلانا پکارنا تو جب تم ان سے دعائیں مانگتے ہو جب تم انہیں پکارتے ہو دعا عبادت کے معنی میں بھی ہے جب تم ان کی عبادت کرتے ہو یعنی جب تم اپنی فریادیں ان کے سامنے رکھتے ہو تو بتاؤ کہ تمہارے بت کیا کرتے ہیں **هَلْ يَسْمَعُونَكُمْ** تمہاری بات سنتے بھی ہیں

آیت نمبر 73۔ أَوْ يَنفَعُونَكُمْ أَوْ يَضُرُّونَ

ترجمہ۔ یا یہ تمہیں کچھ نفع یا نقصان پہنچاتے ہیں؟"

أَوْ يَنفَعُونَكُمْ أَوْ يَضُرُّونَ یہ بہت اہم بات ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے سامنے رکھی اور یہ دوسری بات ہے کیا ہے کہ کیا یہ تمہیں نفع اور نقصان پہنچا سکتے ہیں یہ کس مرض کی دوا ہیں تم ان کی پرستش کرتے ہو تو اگر تم ان کی عبادت نہ کرو تو کیا تمہیں نقصان پہنچائیں گے اگر تم ان کی عبادت کرو تو کیا تمہیں یہ نفع پہنچائیں گے اب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے بُتوں کی بے حقیقتی ان کے سامنے واضح کی اور بڑے اچھے طریقے سے ایک سوال ان کے سامنے لاکر رکھا کہ بتاؤ کیا نفع اور نقصان پہنچانے کا کچھ اختیار بھی ان کے پاس ہے کیونکہ عام طور پر دنیا میں انسان اس کا ہوتا ہے، اس کو پکارتا ہے جو اس کی باتوں کا جواب دے جو اس کو کچھ فائدہ دے جس کے پاس کچھ اختیارات ہوں جس سے انسان کو کچھ مل سکتا ہو تو انسان پھر اس کا ہو جاتا ہے اور اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے وہ بولے

آیت نمبر 74۔ قَالُوا بَلْ وَجَدْنَا آبَاءَنَا كَذَٰلِكَ يَفْعَلُونَ

ترجمہ۔ انہوں نے جواب دیا "نہیں، بلکہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسا ہی کرتے پایا ہے"

اب دیکھئے کہ قوم کے لوگوں کا جواب کتنا بے ڈھنگا تھا کیسا فضول قسم کا تھا اور بغیر دلیل کے تھا۔ اب قوم کے لوگ جو جواب دیتے ہیں ایسا جواب ہے کہ جس کی کوئی بنیاد نہیں ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے جس کا کوئی بھی فائدہ نہیں ہے اب کوئی اور تو جواب قوم دے نہیں سکتی تھی اور کیا جواب دیا کہ اصل بات یہ ہے کہ ہم نے پایا ہم نے دیکھا کیا دیکھا ؟اپنے باپ دادا کو اور باپ دادا کو کیا کرتے دیکھا؟ کہ وہ ایسے ہی کیا کرتے تھے اصل وجہ یہ ہے عبادت کی ، کہ باپ دادا کے وقتوں سے یوں ہوتا چلا آرہا ہے کہ ہمارے باپ دادا اسی طرح بتوں کی پوجا کیا کرتے تھے اب انہوں نے اپنی غلطی کا خود اعتراف کیا کہ ہم باپ دادا کی اندھی تقلید کر رہے ہیں تو تم نے ہمیں یہ نئی بات کیا بتائی ہے ابراہیم کہ ہم یہ مورتیوں کو جو پوج رہے ہیں جو نفع نقصان نہیں پہنچاتی ہماری باتوں کا ،دعاؤں کا جواب نہیں دیتی تو یہ کوئی حیرت کی بات ہے یہ ہمارے لئے کوئی حیرت کی بات نہیں ہے یہ ہمارے لئے کوئی نئی بات نہیں ہے تو اصل بات یہ ہے ہمیں پتہ ہے پتھر نہ قسمت بگاڑ سکتے ہیں نہ بنا سکتے ہیں لکڑیاں بھی قسمت بنا اور بگاڑ نہیں سکتی کیونکہ لکڑیوں کو تراش کے بت بنائے ہوئے تھے یا پھر پتھروں کو تراش کے یا مٹی کے تھے تو کہا کہ نسلوں صدیوں سے ہمارے باپ دادا ان کی پوجا کرتے چلے آئے ہیں تو ہمارے باپ دادا کوئی بیوقوف تھوڑی تھے آخر انہوں نے اپنی ایک زندگی گزاری وہ نیک قسم کے لوگ تھے اچھے لوگ تھے آخر ہمارے وہ باپ دادا تھے ضرور کوئی وجہ ہی ہوگی کہ ان بے جان مورتیوں کی وہ پوجا کرتے چلے آئے۔ **قَالُوا بَلْ وَجَدْنَا آبَاءَنَا كَذَٰلِكَ يَفْعَلُونَ** انہوں نے جواب دیا نہیں بلکہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسے ہی کرتے پایا ہے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آج امت مسلمہ میں بہت سے لوگ اپنی زندگی جب گزارتے ہیں تو اپنا دین کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا سے ایسے ہی سیکھا ہے شادی بیاہ کی رسمیں دیکھ لیجئے شادی بیاہ کے طور طریقے دیکھ لیجئے اور کہتے ہیں کہ ہمارے باپ دادا کے ہاں ایسے ہوتا تھا ہمارے خاندان کی یہ روایت ہے ان کا یہ طریقہ ہے ہم بھی ایسا ہی کریں گے اور ہمیں بھی خوب پتہ ہوتا ہے کہ کوئی دلیل نہیں ہے ہمارے پاس یعنی باپ دادا کی جو اندھی تقلید کرتے ہیں نقالی کرتے ہیں دلیل کوئی نہیں پاس ہوتی کہتے ہیں نہیں ہمارے باپ دادا نے ایسا ہی کیا

تو ہمیں بھی اپنا ساتھ ساتھ جائزہ لینا چاہئے کہ میں اور آپ کہاں کھڑے ہیں اور اس بات کی فہرست بنانی چاہئے کہ میرے گھر میں کون سے طور طریقے ایسے ہیں جو صرف اندھی تقلید کی وجہ سے ہو رہے ہیں اور قرآن اور حدیث سے اس کے لئے کوئی دلیل نہیں ملتی تو اس کا مطلب ہے کہ یہ چیز شرک ہے کیونکہ اسلام کے وہ خلاف ہے

آیت نمبر 75۔ قَالَ أَفَرَأَيْتُم مَّا كُنتُمْ تَعْبُدُونَ

ترجمہ۔ اس پر ،حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا "کبھی تم نے (آنکھیں کھول کر) اُن چیزوں کو دیکھا بھی جن کی بندگی تم کرتے ہو

اس پر ،حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے کہا **أَفَرَأَيْتُم** کیا تم نے کبھی آنکھیں کھول کر بھی دیکھا کیا تم نے کبھی غور کیا کیا تم نے کبھی سوچا بھی **مَّا كُنتُمْ تَعْبُدُونَ** کہ کن چیزوں کے تم بندگی کرتے ہو کن کو تم پوجتے ہو

آیت نمبر 76۔ أَنتُمْ وَآبَاؤُكُمُ الْأَقْدَمُونَ

ترجمہ۔ اور تمہارے پچھلے باپ دادا بجا لاتے رہے؟

أَنتُمْ وَآبَاؤُكُمُ الْأَقْدَمُونَ تم اور تمہارے باپ دادا **الْأَقْدَمُونَ** اَقْدَم کی جمع ہے **الْأَقْدَمُونَ** اور اَقْدَم کا مادہ کیا ہے **(ق د م)** کے معنی کیا ہوتے ہیں **قَدَم** دو پاؤں دو قدموں کے درمیان جو زمین ہوتی ہے جیسے آپ کا ایک پاؤں زمین پر ہے دوسرا آپ نے اٹھایا ہے اور جو پیچھے کی جگہ ہوتی ہے اس کو قَدَم کہتے ہیں یعنی گویا کہ آگے بڑھنا تو یہاں پہ **اَقْدَمُون** جو آگے بڑھ گئے جو گزر گئے جو پچھلے ہیں اور تمہارے جو پچھلے باپ دادا تو کیا تم نے کبھی آنکھیں کھول کر دیکھا کیا تم نے کبھی غور بھی کیا کہ تم یہ کرتے کیا ہو تم کس کی عبادت کرتے ہو

آیت نمبر 77۔ فَإِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّي إِلَّا رَبَّ الْعَالَمِينَ

ترجمہ۔ میرے تو یہ سب دشمن ہیں، بجز ایک رب العالمین کے

فَإِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّي بے شک وہ دشمن ہیں **فَإِنَّهُمْ** پس بےشک **عَدُوٌّ دُشْمَنْ لِّي** میرے یہ سب دشمن ہیں اور میں جب غور کرتا ہوں تو مجھے محسوس ہوتا ہے مجھے یہ نظرآتا ہے کہ اگر میں نے ان بتوں کی پرستش کی ان کا کہنا مانا تو یہ میرے دشمن ہیں **عَدُوٌّ** دشمن کو کہتے ہیں اور یہ واحد اور جمع دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے جیسے آپ کہتی ہیں وہ میرا دشمن ہے یا وہ میرے دشمن ہیں تو واحد اور جمع کے لئے دشمن کا لفظ ہوتا ہے اب حضرت ابراہیم علیہ السلام وہ اعلان برأت کر رہے ہیں باپ اور قوم کے لوگ شرک کر رہے ہیں جو اللہ کی نافرمانی کر رہے ہیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام قوم سے

سوال کرنے کے بعد بتوں سے اپنی دشمنی کا اظہار کرتے ہیں کیا کہتے ہیں کہ یہ بت میرے دشمن ہیں یہ بھی تو کہہ سکتے تھے نا کہ یہ بت تمہارے دشمن ہیں یہ نہیں کہا کہ **فَإِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّي** " لَکُم "یہ نہیں کہا کیا کہا۔ **عَدُوٌّ لِّي** وہ میرے دشمن ہیں تمہارے نہیں میرے دشمن ہیں تاکہ قوم کے لوگ چڑ نہ جائیں مطلب تو یہی ہے نا جو میرے دشمن ہیں وہ تمہارے دشمن ہیں تو حکمت کے ساتھ دانائی و بصیرت کے ساتھ ان کو یہ کہتے ہیں کہ یہ قوم کے لوگ جو بتوں کی پوجا کر رہے ہیں تو یہ بت جو ہیں یہ دشمن ہیں آپ دیکھئے آپ سورت مریم میں پڑھیں اس میں کیا بات پتہ چلتی ہے **وَاتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ آلِهَةً لِّيَكُونُوا لَهُمْ عِزًّا (81) كَلَّا ۚ سَيَكْفُرُونَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُونُونَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا (82,81۔** سورت مریم) انہوں نے اللہ کے سوا دوسرے معبود بنا لئے ہیں تاکہ وہ ان کے لئےذریعہ قوت ہوں ہرگز نہیں عنقریب وقت آئے گا جبکہ وہ ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے اور الٹے ان کے مخالف ہو جائیں گے اب حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کو یہ بتاتے ہیں یہ میرے دشمن ہیں دراصل یہ تمہارے بھی دشمن ہیں اور جب قیامت آئے گی تو یہ تمہارے کام نہیں آئیں گے اور دنیا میں بھی یہ تمہارے مسائل، مشکلات، پریشانیاں سنوار نہیں سکتے تو یہ سارا شرک کا جو بازار ہے یہ سارا شرک کا بکھرا ہوا جو کاروبار ہے **عَدُوٌّ لِّي** یہ میرے لئے کیا ہے؟ یہ سب دشمن ہیں **إِلَّا رَبَّ الْعَالَمِينَ** بجز **ایک رَبُّ الْعَالَمِينِ** کے بجز ایک اللہ کے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام حکمت کے ساتھ بصیرت کے ساتھ ان کے فطری جذبے کو ابھارتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ دیکھو میں تمہارا خیرخواہ ہوں میں تمہاری کوئی برائی نہیں چاہتا اور اگر میں ان کی عبادت کروں تو مجھے تو سراسر اس میں اپنا نقصان نظر آتا ہے بولتے نہیں ہیں یہ باتیں نہیں کرتے یہ مسائل کو حل نہیں کرتے تو میں اپنا نقصان نہیں کرنا چاہتا تو میں ان کی بندگی کیوں کروں میں ان سے قطعی اجتناب کرتا ہوں تو سوچنے پر ان کو مجبور کرتے ہیں کہ اے میری قوم کے لوگو اے میرے والد آپ بھی سوچیں تو سہی **فَإِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّي** اب میرے یہ دشمن ہیں **اِلَّا رَبَّ الْعَالَمِينِ** سوائے اللہ رب العالمین کے چند فقروں میں وہ یہ بتا دیتے ہیں کہ کس کی عبادت کرنی چاہئے اس رب کی جو عالم کا ،جہان کا، دنیا کا ،رب ہے تو وہ بتاتے یہ ہیں کہ رب العالمین تو وہ ہوتا ہے جو خالق مالک جو اختیار رکھتا ہے نفع اور نقصان پہنچانے کا اور تمہارے بت یہ نفع اور نقصان تو پہنچا نہیں سکتے تو کوئی وجہ نہیں ہے ان کی عبادت کرنے کی سوائے اس کے کہ تقلیدِ آباء باپ دادا کی اندھی تقلید اور اللہ کی عبادت کو تم چھوڑ رہے ہو اور بتوں کی پوجا کر رہے ہو تو یہ جو دلیل ہے تمہاری کہ باپ دادا کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے تو اس سے تمہارا بڑا نقصان ہوگا یہ میرے دشمن ہیں نہ دنیا میں فائدہ نہ آخرت میں یہ تمہارے بھی دشمن ہیں اور فائدہ کون دے گا، بچائے گا کون، پوجیں کس کو جو خالق بھی ہے جو مالک بھی ہے اور رب بھی ہے رب العالمین اس کے معنی کیا ہیں کہ انواع اقسام کے جو لوگ ہیں جو چیزیں ہیں ان کو رزق دینے والا جو کچھ بھی ہماری دنیا کی مصلحتیں ہیں جو ہمارے فائدے ہیں جو ہمارے منافع ہیں وہ ساری چیزیں اللہ ہی پوری کرنے والا ہے اب آپ دیکھیں حضرت ابراہیم علیہ السلام ، کتنی خوبصورت ان کی تقریر ہے دعوت کے اعتبار سے حکمت بھی ہے اور دلائل بڑے مضبوط ہیں بڑے واضح ہیں اور دلائل سارے کے سارے ایسے ہیں جو کہ ان لوگوں کو بھی نظر آ رہے ہیں تو رب العالمین کی عبادت کرنی چاہئے کیوں کیا وجوہات ہیں

آیت نمبر 78۔ الَّذِي خَلَقَنِي فَهُوَ يَهْدِينِ

ترجمہ۔ جس نے مجھے پیدا کیا، پھر وہی میری رہنمائی فرماتا ہے

الَّذِي خَلَقَنِي فَهُوَ يَهْدِينِ یہ وہی تو ہے جس نے مجھے پیدا کیا جب خالق وہ تو میں اس کی مخلوق کیوں نہ بن جاؤں خالق ہے تو پیدا کر کے بھول نہیں گیا چھوڑ نہیں دیا **فَهُوَ يَهْدِينِ** پھر وہ میری رہنمائی کرتا ہے ،پھر وہ مجھے راستہ دکھاتا ہے **يَهْدِينِ** معنی کیا ہیں یہاں پہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بتاتے ہیں کہ عبادت کا اصلی حق اللہ تعالیٰ رکھتا ہے کہ جس نے پیدا بھی مجھے کیا اور میری رہنمائی کرتا ہے۔ پیدا کر کے اللہ تعالیٰ نے میرے اندر انتہائی اعلیٰ صلاحیتیں پیدا کیں ان صلاحیتوں کو استعمال کرنے کا سلیقہ اور طریقہ عطا کیا مجھے بہترین فطرت پر قلب سلیم عطا کیا مجھے عقل دی اور عقل کے اندر یہ بات رکھی کہ خیر اور شر میں حق اور باطل میں میں تمیز پیدا کروں اور کیا کروں کہ جزیات سے کلیات تک محسوسات سے معقولات تک میں پہنچ جاؤں یہ وہی بات ہے جو سورت الاعلی میں آپ نے پڑھی **الَّذِي خَلَقَ فَسَوَّىٰ (2) وَالَّذِي قَدَّرَ فَهَدَىٰ (3)** جس نے ہمارا خاکہ بنایا پھر اس کے نوک پلک سنوارے اور جس نے ہمارے اندر مستقل صلاحیتیں ودیعت کر دیں پھر اس کے استعمال کے لئے ہماری رہنمائی بھی کی ایسا نہیں کیا کہ ہمیں پیدا کر کے چھوڑ دیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہماری بہترین رہنمائی بھی کی تو وہ ہے میرا اللہ پھر اس کے بعد دوسری دلیل کیا دیتے ہیں

آیت نمبر 79۔ وَالَّذِي هُوَ يُطْعِمُنِي وَيَسْقِينِ

ترجمہ۔ جو مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے

وَالَّذِي هُوَ يُطْعِمُنِي وَيَسْقِينِ وہی تو ہے رب کونسا ہے؟ وہ رب جو مجھے کھلاتا ہے **وَيَسْقِينِ** اور مجھے پلاتا ہے اصل میں یہاں پہ بھی جیسے **فَهُوَ يَهْدِينِ** یہاں *"ی"* گر چکا ہے **وَالَّذِي هُوَ يُطْعِمُنِي وَيَسْقِينِی** تھا یہاں پہ بھی*"ی"* حرف علت تھا اور گر چکا ہے اب یہاں پہ اگلی دلیل دیتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ وہ مجھے کھلاتا بھی ہے اور وہ میرا اللہ مجھے پلاتا بھی ہے یعنی گویا کہ میرا رب میری تمام ضروریات کی کفالت کرنے والا ہے آپ دیکھ لیجئے کہ جتنے بھی دنیا میں لوگ جی رہے ہیں بس رہے ہیں تو ان سب کا رازق کون ہے؟ اللہ تعالیٰ۔ تو یہاں پہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تعارف کرواتے ہیں اللہ تعالیٰ کی صفت کا اور وہ صفت کیسی ہے رزاقیت کی رزاق (رزق دینے والا)تو یہ بتا رہے ہیں کہ میری مادی پرورش کون کرتا ہے ؟ پیچھے **يَهْدِينِ** روحانی پرورش کی طرف اشارہ ہے، ہدایت کہ میں نے کس طرح اللہ کو پایا؟ توحید پرست اللہ نے مجھے بنایا میری عقل کے اندر اللہ نے جو چیز رکھی تھی اس سے میں نے اللہ کو پایا تو کیا ہے کہ میری روحانی پرورش کا انتظام۔ آیت نمبر 79 سے کیا پتہ چلتا ہے مادی پرورش کا انتظام۔ تو یہ کیا ہے یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ جب مجھے بھوک لگتی ہے جب میں بھوکا پیاسا ہوتا ہوں **هُوَ يُطْعِمُنِي وَيَسْقِينِ** وہ ہی مجھے پلاتا ہے وہ ہی مجھے کھلاتا ہے وہ ہی میری تمام ضروریات کو پورا کرتا ہے اسی لئے ہمیں کیا سکھایا گیا کہ جب ہم کھانا کھائیں تو بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھیں اور جب ہم کھانا کھا چکے ہیں تو اس وقت ہم اللہ تعالیٰ کی حمد اور تعریف بیان کریں اور حمد اور تعریف ہم کیسے بیان کریں گے **اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ۔** تو بہرحال کھانے کے بعد کی دعا ہو یا سونے کی یا سو کر اٹھنے کی تو ساری دعائیں جو ہیں اس میں ایک چیز ہمارے سامنے رکھی جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم اللہ کی حمد اور شکر بجا لائیں تو یہاں پہ اللہ تعالیٰ بتا رہے ہیں کہ وہ ہی مجھے کھلاتا ہے اور وہ ہی مجھے پلاتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ہماری سوچ کا انداز یہ ہونا چاہئے کہ اللہ کھلاتا ہے اور اللہ پلاتا ہے پھر اس کے بعد یہ بھی کہ اللہ ہماری مادی تربیت بھی کرتا ہے

آیت نمبر 80۔ وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ

ترجمہ۔ اور جب میں بیمار ہو جاتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے

مزید آیت نمبر 80 میں کہتے ہیں کہ جب میں بیمار ہو جاتا ہوں تو وہ مجھے شفا دیتا ہے اب دوسری وجہ بتا رہے ہیں کہ ایک اللہ کی عبادت اس لئے کرنی چاہئے کہ میرا جو انسانی وجود ہے اللہ اس کی حفاظت کرتا ہے بیماریوں سے، جراثیم سے، زہریلے اثرات سے ،مصیبتوں سے اللہ نے میرے جسم میں اتنے زبردست انتظامات کر رکھے ہیں کہ جتنی بھی تکلیفیں ،پریشانیاں، بیماریاں مجھے لگ سکتی ہیں یا لگ جائیں تو وہ میرا اللہ ہے جو مجھے بچا لیتا ہے تو اس سے کیا بات پتہ چلتی ہے کہ میں اپنے اللہ کی عبادت اور بندگی ایسے نہیں کرتا بلکہ اس لئے کرتا ہوں کہ مجھے بیماری میں میرا اللہ شفا دیتا ہے اب آپ دیکھ لیجئے کہ یہاں سے وہ یہ نہیں کہتے کہ بیماری اللہ کی طرف سے آتی ہے وہ یہ بھی تو کہہ سکتے ہیں تو مفسرین یہ کہتے ہیں کہ دراصل وہ بیماری کا ذکر نہیں کرتے شفا کا ذکر کرتے ہیں تو کیا ہے کہ اللہ کا ادب اور احترام کرتے ہیں وہ اللہ کے ذکر میں اللہ کے ادب اور احترام کو ملحوظ خاطر رکھتے ہیں کیوں؟ اس لئے کہ بیماریاں جب آتی ہیں تو اللہ کے حکم اور اللہ کی مشیت سے ہی آتی ہیں بیماریوں کی نسبت بھی تو اللہ کی طرف ہے لیکن اس کی نسبت وہ اپنی طرف کر رہے ہیں اور علاج کی نسبت ، آرام کی اور شفا کی نسبت وہ اللہ کی طرف کرتے ہیں کیونکہ دواؤں میں شفا کی تاثیر کون رکھتا ہے؟ اللہ تعالی رکھتا ہے تو اس سے یہ بات پتہ چلتی ہے کہ ہمیشہ ہمیں اللہ تعالی سے شفا مانگنی چاہئے جیسے رسول اللہ ﷺ کسی بیمار کی عیادت کرتے تو اس کے سرہانے بیٹھتے اس کے بعد سات بار دعا پڑھتے **"أَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ أَنْ يَّشْفِيَكَ"** میں عظیم خدا سے جو عرش عظیم کا رب ہے سوال کرتا ہوں کہ وہ تجھے شفا بخشے۔" تو اس سے یہ بات پتہ چلتی ہے کہ جب ہم عیادت کے لئے جاتے ہیں تو ہم جا کرضرور شفا کی دعا مانگیں دنیا بھر کی باتیں کرآتے ہیں اور شفا کی اور ٹھیک ہونے کی دعا نہیں دے کر آتے اور رسول اللہ ﷺ دعا دیا کرتے تھے اور ایک جگہ آپ نے فرمایا کہ سات دفعہ یہ دعا پڑھنے سے مریض ضرور ٹھیک ہو جائے گا **الا** یہ کہ پھر اس کی موت ہی آگئی ہو۔ پھر اسی طرح ہمیں ایک اور دعا ملتی ہے اور رسول اللہ ﷺ کا کیا معمول تھا جب مریض کے پاس پہنچتے تو پوچھتے _**"کیف تجدک"**_ کہیے طبیعت کیسی ہے؟ پھر تسلی دیتے اور فرماتے _**"لا باس طہور ان شاء اللہ"**_ گھبرانے کی کوئی بات نہیں خدا نے چاہا تو یہ مرض جاتا رہے گا۔ اور یہ مرض گناہوں سے پاک ہونے کا ذریعہ ثابت ہوگاپھر اس کے بعد تکلیف کی جگہ تھی جو بیماری کی جگہ تھی وہاں سیدھا ہاتھ رکھتے دائیاں ہاتھ اور **یہ دعا پڑھتے۔ " أَذْهِبْ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ , وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِي , لا شِفَاءَ إِلا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لا يُغَادِرُ سَقَمًا یعنی:** لوگوں کے رب بیماری دور لے جا، اور شفا یاب فرما دے، تو ہی شفا دینے والا ہے، تیری شفا کے بغیر کوئی شفا نہیں ہے، ایسی شفا دے کہ کوئی بیماری باقی نہ چھوڑے۔" بخاری اور مسلم کی روایت ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اب تک کتنی صفات کا ذکر کیا ؟اللہ تعالی کے کتنے ناموں کا تعارف کروایا؟ جس میں سے پہلا ہے رب العالمین دوسرا ہے خالق تیسرا ہے ہادی چوتھا ہے رزاق پانچواں ہے شافی۔ اللہ شافی ہے شفا دینے والا وہی ہے جو مجھے موت دے گا اور پھر دوبارہ زندگی بخشے گا تو اب آپ دیکھ لیجئے کہ اگلی دلیل دیتے ہیں

آیت نمبر 81۔ وَالَّذِي يُمِيتُنِي ثُمَّ يُحْيِينِ

ترجمہ۔ جو مجھے موت دے گا اور پھر دوبارہ مجھ کو زندگی بخشے گا

عبادت تو اسی کی کرنی چاہئے جس کے پاس دنیا ہی نہیں بلکہ دنیا کے بعد کی زندگی کا اختیار ہو۔ کیوں؟ دنیا کی زندگی تو موت کے ساتھ موت کی آخری ہچکی پر ختم ہو جائے گی لیکن اس کے بعد اللہ کے پاس جوانجام ہوگا تو کوئی اور ہے جس کے پاس یہ طاقت ہو کہ مرنے کے بعد پھر زندگی دے سکے **ثُمَّ يُحْيِينِ** یہاں "ی" گر چکا ہے وہی تو ہے جو کہ مجھے موت دے گا اور پھر دوبارہ زندہ کرے گا تو پھر میں کہاں جاؤں گا پھر بھاگ کر کہاں جائیں گے تو اللہ کی بندگی کرنی چاہئے

آیت نمبر 82۔ وَالَّذِي أَطْمَعُ أَن يَغْفِرَ لِي خَطِيئَتِي يَوْمَ الدِّينِ

ترجمہ۔ اور جس سے میں امید رکھتا ہوں کہ روزِ جزا میں وہ میری خطائیں معاف فرما دے گا"

اور وہی تو ہے جس سے میں امید رکھتا ہوں کہ وہ مجھے بخش دے وہ مجھے ڈھانپ لے میری خطاؤں کو تو آپ یہ بات یاد رکھئے گا کہ یہاں پر جو ہے **خَطِيئَتِي** کا لفظ استعمال ہوا **خطیئۃ** واحد کا صیغہ ہے لیکن خطایا جمع کے معنی میں ہے اور انبیاء علیہ السلام تو معصوم عن الخطاء ہوتے ہیں لیکن اگر ان سے کوئی چھوٹی موٹی بھی کوتاہی ہو جائے تو وہ کیا کرتے ہیں اس کو گناہ سمجھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے عفو درگزر کی درخواست کرتے رہتے ہیں اور یہاں پر **أَطْمَعُ** استعمال ہوا ہے امید کے لئے یقین کے معنی میں کہ کائنات کی سب سے بڑی ہستی جو رب ،خالق، ہادی ، رزاق ، شافی اور وہ جس کے پاس زندگی اور موت کا اختیار ہے حی زندہ کرنے والا الحی ہے اللہ تعالی وہی تو ہے جس سے مجھے امید ہے اور یقین ہے اور مجھے یقین کیوں نہ ہو اسی سے تو ہے أَن **يَغْفِرَ لِي** کہ وہ مجھے بخش دے تو اس کے معنی یہاں پر کیا ہیں کہ مجھے امید ہے کہ میرا اللہ مجھے بخش دے گا تو یہاں پر **أَطْمَعُ** کہتے ہیں اس کے معنی میں شاید امید لیکن یہ یقین کے معنی دیتا ہے کہ مجھے یقین ہے کہ میرا رب مجھے بخش دے **خَطِيئَتِي** میرے گناہوں کو اور یہاں پر **خَطِيئَتِي** جو ہے واحد کا صیغہ ہے لیکن جمع کے معنی میں ہے کہ میری جتنی بھی کوتاہیاں ہیں جتنی بھی میری غلطیاں ہیں اللہ تعالی ان کو معاف کر دے کب معاف کرے یوم الدین قیامت کے دن انصاف کے دن تم تو بتوں سے امیدیں لگائے بیٹھے ہو دنیا میں تمہیں کوئی فائدہ نقصان دے رہے ہیں اور آخرت میں بھی تمہیں امید ہے کہ یہ تمہاری سفارش کریں گے تمہاری شفاعت کریں گے تمہارے کام آئیں گے لیکن میری امیدیں میرے جتنے بھی آسرے ہے وہ صرف اللہ تعالی سے ہیں تو آپ دیکھ لیجئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جو ہیں پہلے اللہ تعالی کا تعارف کرواتے ہیں اور بتاتے ہیں دلائل دیتے ہیں روز مرہ زندگی میں تم غور کرو کہ تم کس کو مانتے ہو اور جو مشرک تھے مکہ کے لوگ تھے وہ اللہ کو مانتے تھے کہ اللہ ہی خالق ہے اللہ ہی مالک ہے اللہ ہی زندہ زندگی دیتا ہے پھر موت دے گا پھر اٹھائے گا اللہ ہی رازق ہے اللہ ہی شافی ہے وہ اس بات کو مانتے تھے لیکن اس کے ساتھ وہ کیا کرتے تھے کہ وہ شرک کرتے تھے اس کے ساتھ ساتھ وہ کیا کرتے تھے کہ بتوں کی پوجا کرتے تھے اور یہاں پر ایک اور اہم بات جو میرے اور آپ کے سامنے اصول کے طور پر آتی ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو صرف اپنی دنیا کی فکر نہیں تھی بلکہ ان کو اس بات کا یقین تھا کہ دنیا کی زندگی کے بعد لازماً جزا اور سزا کی زندگی آنی ہے اس لئے

حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کی شرک کی زندگی سے برأت کا اظہار کرتے ہیں اور دلائل کے ساتھ ان کو سمجھاتے ہیں اپنے ذاتی تاثرات نہایت بلیغانہ انداز میں ان کے سامنے رکھتے ہیں اور اتنے اچھے طریقے سے دعویٰ کرتے ہیں اتنے اچھے طریقے سے ان کو سمجھاتے ہیں کہ اگر کوئی سلیم الفطرت ہے اگر کوئی دلائل کو سمجھنے والا ہے تو ضرور وہ اللہ کو پہچان سکتا ہے تو آپ دیکھ لیجئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جو ہے آیت نمبر 77 سے لے کر آیت نمبر 81 تک اور آیت نمبر 82 بھی اس میں آ جاتی ہے کہ وہ یہ بات ان کے سامنے رکھتے ہیں کہ اللہ کی صفات کیا ہیں اور اللہ کی بندگی کیوں کرنی چاہئے تو پہلی چیز اللہ خالق دوسری چیز اللہ رب تیسری چیز اللہ تعالی جو ہے وہ رزق دینے والا اور پھر اس کے بعد اللہ شفا دینے والا اور پھر اللہ موت دے کر حساب کتاب لینے والا تو اس سے کیا بات پتہ چلتی ہے کہ جو خالق ہے اسی کی مخلوق بننا چاہئے جو مالک ہے اسی کی ملکیت ہونا چاہئے جو رب ہے اس نے ہمیں دن رات اپنی نعمتیں دیں ہمیں اسی کا پروردہ ہونا چاہئے اور علاج جو کرتا ہے جو بیماریوں میں شفا دیتا ہے جو شافی ہے اصل میں اللہ **ھو الشافی** تو اسی سے دعائیں مانگنی چاہئے اگر آپ ان صفات پر غور کریں تو آپ کو اپنی عملی زندگی میں کون سی شخصیت ہے جو نظر آتی ہے انسانوں میں سے جس کے اندر یہ اصاف پائے جاتے ہیں کون ہے؟ ویسے تو ہمیں کوئی نظر نہیں آتا لیکن ان صفات کا ایک حقیر سا عکس ایک چھوٹا سا پرتو کس میں نظر آتا ہے ماں میں نظر آتا ہے ماں اولاد کو جنم دیتی ہے یعنی اللہ تعالی جب نطفہ ٹھہرا دیتا ہے اللہ تعالی جب فیصلہ کر دیتا ہے کسی کو اولاد دینے کا تو ماں ہوتی ہے جو نو مہینے تکلیف اٹھانے کے بعد بچے کو جنم دیتی ہے پھر نمبر 2. جب وہ پیدا ہو جاتا ہے تو اللہ تعالی نے رزق رکھا ہے ماں کی چھاتی میں ماں اپنی چھاتی بچے کے لئے کھول دیتی ہے اور آپ دیکھیں کہ بچہ ماں کی چھاتیوں کی طرف لپکتا ہے کون ہے جو یہ رہنمائی کرتا ہے کرتا اللہ ہے لیکن ماں اپنا خون اپنا دل اپنا جگر اس کے لئے پیش کر دیتی ہے اللہ طریقہ بتاتا ہے اور اس کو دودھ دیتا ہے اور ماں دودھ پلاتی ہے پھر اسی طرح سے آپ دیکھیں کہ بچہ بھوکا ہے پیاسا ہے ماں کیسے لپکتی ہے کتنی تڑپتی ہے کتنی بےچین ہوتی ہے کتنی پریشان ہوتی ہے کہ میں اپنے بچے کو کھلاؤں اس کو پانی پلاؤں اور خود کھانا نہیں نگلتی پیاسی رہتی ہے بھوکی رہتی ہے بس کسی طرح کبھی ایک بچے کے منہ میں نوالا کبھی دوسرے بچے کے منہ میں نوالا اور اگر بچہ بھوکا ہو پیاسا ہو ایسے ہی سو جائے تو بار بار اس کے پاس آتی ہے اس کو جگاتی ہے اور کبھی شوہر ناراض بھی ہوتا ہے اس کو سونے دو اور ڈاکٹر یہ بھی کہتے ہیں کہ نیند میں بھوک ہی نہیں ہوتی لیکن ماں کے دل کی بے قراری کہتی ہے ہائے میرا پتر میرا بچہ بھوکا ہی سو گیا میں اس کو کھانے نہیں کھلا سکی اور کہیں دور ہو اور بچہ سکول سے آ جائے کبھی ہمسائیوں کو کبھی اس کو فون کر کے کہ فلاں جگہ رکھا ہے۔ اللہ میں نے اور میں چاولوں کو دم دے کے چھوڑ دیا کہ گرم رہیں پتہ نہیں بچے کو پتہ چلے گا بھی کے نہیں ، مختلف طریقے سے ماں جو ہے وہ پریشان ہوتی ہے ساتھ بچہ کھانا لے کر گیا کے نہیں ، پیاس میں ایک دفعہ ایک آدمی نے فون کیا کہ بچے کا لنچ بیگ تھا وہ گھر رہ گیا تو شوہر یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ بچہ لنچ لے کر گیا کے نہیں اگر بیگ میں وہ بھول گیا ہے لنچ بیگ تو میں دے آوں جا کر کس طرح سے ماں ہو یا باپ جو ماں کے اندر اور باپ کے اندر یہ جذبات محبت کے پیار کے پائے جاتے ہیں لیکن اصل بات کیا ہے کہ ماں کی محبت باپ کی محبت کو ایک طرف کر دیں رب تو ستر ماؤں سے بڑھ کر محبت کرتا ہے وہ تو ارحم الراحمین ہے تو اب حضرت ابراہیم علیہ السلام اتنا خوبصورت اللہ تعالی کا تعارف کرواتے ہیں اور اس کے بعد وہ کیا کہتے ہیں کہ میں اس رب سے امید رکھتا ہوں کہ وہ میری خطائیں قیامت کے دن معاف کر دیں گے تو اے میری قوم کے لوگوں اے میرے والد محترم آپ لوگ بھی شرک چھوڑ دیجئے آپ بھی گناہوں سے لتھڑی زندگی کو خدا حافظ کہیے اللہ

تعالی سارے گناہ معاف کر دے گا قیامت کے دن ورنہ ایسا نہ ہو کہ پھر اس دن پکڑ ہو جائے اور اس کے ساتھ ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام دعا کرتے ہیں

آیت نمبر 83۔ رَبِّ هَبْ لِي حُكْمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ

ترجمہ۔ (اِس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی) "اے میرے رب، مجھے حکم عطا کر اور مجھ کو صالحین کے ساتھ ملا

تو حکم جو ہے اس کے کیا معنی ہیں حکم سے مراد کہتے ہیں کہ یہاں اس کے نبوت کے معنی لینا درست نہیں ہے کیوں اس لئے کہ ابھی وہ نبی بنے نہیں تھے اس وقت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا مانگی ہے تو کہتے ہیں کہ ان کو ابھی نبی نہیں بنایا گیا تھا تو اس کے معنی کیا ہیں علم حکمت صحیح فہم اور قوت فیصلہ ہے یہ اس کے معنی ہیں کہ اے میرے پروردگار مجھے جامعیت بین العلم والعمل میں کمال دے دے مفسرین کہتے ہیں کہ حُكْمًا حکم سے مراد علم ، حکمت ، ہے ایک تو یہ معنی لیتے ہیں اور بعض یہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد نبوت ہے کیوں کہ نبوت اور رسالت اس سے مراد ہے کہ اس کا مطلب یہ تھا کہ اے اللہ تو مجھے علم اور عمل میں کمال دے اور علم اور عمل کا کمال تو نبوت ہی ہے تو یہ آپ نے دعا کی اور ایک معنی یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ یا پھر اس سے مراد اللہ کے احکام اور اللہ کی حدود کی معرفت ہے **رَبِّ هَبْ لِي حُكْمًا** اے اللہ تو مجھے اپنے احکام کی معرفت دے دے جیسے رسول اللہ ﷺ کی دعا ملتی ہے " **اَرِنَا الْاَ شْيَآءَ كَمَاهِىَ** "یعنی ہم کو اس قابل بنا کہ ہم ہر چیز کو اسی نظر سے دیکھیں جیسی کہ وہ فی الواقع ہے اور ہر معاملہ میں وہی رائے قائم کریں جیسی کہ اس کی حقیقت کے لحاظ سے قائم کی جانی چاہئے **وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ** اور مجھ کو صالح لوگوں کے ساتھ ملا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا کتنی خوبصورت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو پکار رہے ہیں وہ اللہ تعالیٰ سے مانگ رہے ہیں وہ اللہ تعالیٰ سے درخواست کر رہے ہیں کہ اے میرے رب مجھے نیک اور صالح لوگوں میں شامل کر باپ مشرک بت گر اور قوم کے لوگ بھی مشرک ہیں اور اس وقت وہ دعا کرتے ہیں کہ اللہ یہ جومشرک لوگ ہیں یہ جو برے لوگ ہیں ان کی بجائے مجھے اچھے لوگوں کی معیت اور رفاقت عطا کر دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور یہی دعا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی مانگی کیا مانگا تھا انہوں نے **اللَّهُم فَاطِرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَنْتَ وَلِيِّي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ (**101۔ سورت یوسف**)** اور محمد ﷺ جب آپ کی وفات کا وقت تھا آخری وقت تھا آپ کا اس وقت رسول اللہ ﷺ نے بھی دعا مانگی تھی " (**اَللّٰهُمَّ فِي الرَّفِيْقِ الْأَعْلٰى**)" "(اے اللہ) مجھے سب سے بلند رفیقوں میں شامل فرما دے۔ " آپ ﷺ نے یہ دعا تین دفعہ کی۔ [بخاري] تو پیغمبر صالحین کی دعا مانگتے ہیں ابرار کا ساتھ مانگتے ہیں اور یہ دعائیں مجھے اور آپ کو بھی مانگنی چاہیں اب آپ دیکھ لیں باپ ہے قوم ہے اپنے لوگ ہیں خاندان کے لوگ ہیں ہمسائے ہیں پڑوسی ہیں معاشرے کے لوگ ہیں انکار کرتے ہیں تو آپ کیا دعا مانگتے ہیں؟ **رَبِّ هَبْ لِي حُكْمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ ۔** کہ مجھے سمجھ دے دے حق اور باطل کا فرق دے دے علم اور عمل میں کمال اور جامعیت دے دے اور صالحین میں مجھے شامل کر لے تو اصل بات کیا ہے ہم سب کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم اپنی اپنی زندگی کا جائزہ لیں اور پھر یہ سوچیں کہ میں اور آپ کہاں کھڑے ہیں تو حضرت موسی علیہ السلام ان کا ایک واقعہ میں آپ کے اور اپنے سامنے رکھتی ہوں بڑا خوبصورت واقعہ ہے اس سے کیا بات پتہ چلتی ہے۔ **حضرت موسی علیہ السلام کا خوبصورت واقعہ:** کہ حضرت موسی علیہ السلام نے

اپنے پروردگار سے سرگوشی کرتے ہوئے پوچھا:" اے پروردگار ! تیرا چہرا کدھر ہے ؟ شمال یا جنوب کی جانب؟ تاکہ میں اس کی طرف منہ کرکے تیری عبادت کر سکوں۔"

اللّٰہ تعالیٰ نے حضرت موسی علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی: "اے موسی! آپ آ گ جلائیں، پھر اس کے اردگرد چکر لگا کر دیکھیں کہ آگ کا رخ کس جانب ہے۔؟"

حضرت موسی علیہ السلام نے آ گ روشن کی اور اس کے اردگرد چکر لگایا، دیکھا تو آ گ کی روشنی چہار سو یکساں ہے۔

چنانچہ دربارِ الٰہی میں عرض کیا:"پروردگار ! میں نے آگ کا رخ ہر جانب یکساں ہی دیکھا۔" اللّٰہ تعالیٰ نے فرمایا: "اے موسی میری مثال بھی ویسی ہی ہے۔" حضرت موسی علیہ السلام نے پوچھا:"اے پرودگار! تو سوتا ہے یا نہیں؟"

اللّٰہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی نازل فرمائی:" اے موسی! پانی سے بھرا ہوا ایک پیالہ اپنے دونوں ہاتھوں پر رکھ لو، پھر میرے سامنے کھڑے رہو اور نیند کی آغوش میں مت جاؤ۔" حضرت موسی علیہ السلام نے ایسا ہی کیا۔ پھر اللّٰہ تعالٰی نے ان پر ہلکی سی اونگھ ڈالی، پیالہ ان کے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گیا اور پانی بہہ گیا۔حضرت موسی علیہ السلام کی چیخ نکل گئی اور وہ گھبرا گئے... پھر اللّٰہ تعالیٰ نے فرمایا: " اے موسی ! میں آنکھ کی ایک جھپک بھی سو جاؤں تو یہ آسمان زمین پر دھڑام سے گر پڑے گا جیسے تیرا پیالہ زمین پر گر پڑا۔"اور یہ اللّٰہ تعالیٰ کے اس قول کی طرف اِشارہ ہے۔۔

إِنَّ اللَّهَ يُمْسِكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ أَن تَزُولَا ۚ وَلَئِن زَالَتَا إِنْ أَمْسَكَهُمَا مِنْ أَحَدٍ مِّن بَعْدِهِ ۚ إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا (41- سورت فاطر **)** -"یقینی بات ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ آسمانون اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ وہ ٹل نہ جائے تو پھر اللّٰہ کے سوا اور کوئی ان کو تھام بھی نہیں سکتا، وہ حلیم و غفور ہے۔ اسی طرح آیت الکرسی میں کیا ہے اللّٰہ تعالیٰ کیا فرماتے ہیں **اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ ۚ لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ ۚ**۔ حضرت موسی علیہ السلام نے پوچھا: اے میرے پروردگار ! تو نے مخلوق کی تخلیق کیوں کی جبکہ ان کی تجھے کوئی ضرورت نہیں پڑتی؟ اللّٰہ تعالیٰ نے فرمایا:"میں نے ان کی تخلیق اس لئے فرمائی ہے تاکہ یہ مجھے پہچانیں، مجھ سے اپنی مرادیں مانگیں اور میں ان کی مرادیں پوری کروں،اور میری نافرمانی کے بعد مغفرت وبخشش کی درخواست لے کر میری خدمت میں حاضرہوں اور میں ان کے لئے مغفرت و بخشش کا پروانہ جاری کروں۔"

حضرت موسی علیہ السلام نے پوچھا میرے رب ! کیا تو نے کوئی ایسی چیز بھی پیدا کی ہے جو تیری ہی جستجو میں رہتی ہے؟

اللّٰہ تعالیٰ نے فرمایا :"ہاں مومن بندے کا دل جو میرے لئے خالص ہے۔"

حضرت موسی علیہ السلام نے پوچھا: یہ کیسے اے پروردگار؟

اللّٰہ تعالیٰ نے حضرت موسی علیہ السلام سے فرمایا:"جب مومن بندہ مجھے نہیں بھولتا تو اس کا دل میری یاد سےلبریز رہتا ہے اور میری عظمت اس پر محیط ہوتی ہے اور مجھے جو یاد کرتا ہے میں اس کا ساتھی بن جاتا ہوں ۔"

حضرت موسی علیہ السلام نے کیا کہا تھا کہ اللّٰہ کیا ہے **قَالَ كَلَّا ۖ إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِينِ (62-** سورت الشعراء**)** میں آپ پڑھ چکیں حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی جو ہیں وہ اللّٰہ کی معیت پر راضی ہیں اور پھر اللّٰہ تعالیٰ سے دعا مانگ رہے ہیں اور ایسا دل تڑپنے والا اور اللّٰہ کا ذکر کرنے والا یہ حضرت

ابراہیم علیہ السلام کا تھا تمام پیغمبروں کا اور تمام نیک لوگوں کا اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو بھی ایسا دل عطا کرے